کنٹری اینالیسز

رپورٹ

ایڈیشن

۳۹

صرف ممبران کے لئے

یکم مئی تا ۱۵ ستمبر ۲۰۲۴

accountabilitylab PAKISTAN

پیش لفظ

ستمبر 2024 کے پہلے 15 روز کی کنٹری اینالیسس رپورٹ میں پاکستان میں جمہوریت کی پیچیدہ حالت اور اقتصادی چیلنجز کا جائزہ لیا گیا ہے، جو اہم اصلاحات اور حکمت عملی کی منصوبہ بندی کی ضرورت کو اجاگر کرتی ہے۔ پاکستان کا جمہوری نظام، جس میں آئینی طور پر باقاعدہ انتخابات ہوتے ہیں اور ایک آزاد عدلیہ اس کی نگرانی کرتی ہے تاہم اسے بڑی رکاوٹوں کا سامنا ہے۔ طاقتور فوج کے سول حکومت پر مستقل اثر و رسوخ نے ایک "کنٹرولڈ جمہوریت" کی صورت حال پیدا کر دی ہے، جہاں منتخب عہدیدار فوجی طاقت کے سائے میں کام کرتے ہیں۔ حالیہ قانون سازی، جیسے کہ پُرامن اجتماع اور عوامی نظم و ضبط بل 2024، اُس المیے کو واضح کرتی ہے جس کے ذریعے عوامی مظاہروں پر سخت پابندیاں عائد کی گئی ہیں۔ ناقدین کا کہنا ہے کہ یہ قانون اختلافِ رائے کو دبانے کے لیے بنایا گیا ہے نہ کہ نظم و ضبط برقرار رکھنے کے لیے، جو جمہوری آزادیوں کے بارے میں تشویش کا باعث بنتا ہے۔

الیکشن کی شفافیت ایک اور اہم مسئلہ ہے، کیونکہ اخاص طور پر 2018 کے متنازعہ انتخابات کے دوران دھاندلی اور ہیرا پھیری کے بارے میں وسیع پیمانے پر الزامات سامنے آئے۔ یہ خدشات انتخابی عمل کے بارے میں عوام خاص طور پر ان طبقات میں جو سیاسی عمل میں شمولیت پر رکاوٹوں کا سامنا کر رہے ہیں کی مایوسی کو بڑھا رہے ہیں۔ سول سوسائٹی کی تنظیمیں اور میڈیا، جو جوابدہی کے لیے ضروری ہیں، حکومت کی ایسی ریگولیشن کے ذریعے خطرے میں ہیں جو ان کی سرگرمیوں کو محدود کرتی ہیں۔ صحافی خوف اور سنسرشپ کے ماحول میں کام کر رہے ہیں، جو میڈیا کی آزادی کو کمزور کر رہا ہے اور جمہوری اداروں پر عوام کا اعتماد ختم کر رہا ہے۔

اقتصادی طور پر، پاکستان قرض کے بڑے بحران کا سامنا کر رہا ہے، جس میں داخلی قرض 69.6 کھرب روپے تک پہنچ چکا ہے۔ حکومت کے قرض پر انحصار سے تقریباً تمام ٹیکس آمدنی قرض کی ادائیگی کے لیے استعمال ہو جاتی ہے، جس سے اقتصادی ترقی رک چکی ہے۔ بجلی کا شعبہ شدید بحران کا سامنا کر رہا ہے کیونکہ کیپیسٹی پیمنٹس یعنی بجلی پیدا کرنے کی صلاحیت کے مطابق اداروں کو ادائیگیاں حالیہ برسوں میں خوفناک حد تک بڑھ چکی ہیں۔ اس کے علاوہ، جغرافیائی عدم استحکام، خاص طور پر روس-یوکرین تنازعہ نے بھی، اقتصادی چیلنجز کو بڑھاوا دیا ہے، جس سے ایندھن کی قیمتوں اور مہنگائی میں اضافہ ہو رہا ہے۔

سماجی طور پر، پاکستان تعلیم اور غذائیت کے حوالے سے اہم مسائل کا سامنا کر رہا ہے۔ تعلیمی نظام میں ایلیٹ اداروں اور عوامی اسکولوں کے درمیان واضح فرق موجود ہے، جو عدم مساوات میں اضافے کا باعث ہے۔ مزید یہ کہ خواتین کی ایک بڑی تعداد غیر متناسب غذائیت کی کمی کی وجہ سے خون کی کمی کا شکار ہے، جو صحت کے مسائل کو اجاگر کرتی ہے جن کے لیے جامع اصلاحات کی ضرورت ہے۔

پاکستان کی جمہوریت ایک اہم موڑ پر ہے جس کے لیے تمام اسٹیک ہولڈرز حکومت، سول سوسائٹی، اور میڈیا کی مشترکہ کوششوں کی ضرورت ہے تاکہ جمہوری اداروں کو مضبوط بنایا جا سکے اور مؤثر حکمرانی کو یقینی بنایا جا سکے۔ اقتصادی کمزوریوں کا حل اصلاحات کے ذریعے اور سماجی انصاف کو فروغ دینا پاکستان کے لیے ایک مضبوط مستقبل کی تعمیر کے لیے انتہائی اہم ہو گا۔ پاکستان کا زیادہ جمہوری اور اقتصادی طور پر مستحکم قوم کی طرف سفر چیلنجنگ ہے لیکن اس کی ترقی اور استحکام کے لیے یہ سفر ناگزیر ہے۔

سیاسی پیش رفت

جمہوریت کی نازک ڈور اور پاکستان کا سیاسی تھیٹر:

عالمی یوم جمہوریت اس امر کا مُتقاضی ہے کہ ہم پاکستان میں جمہوریت کی پیچیدہ اور متنوع حالت کا بغور جائزہ لیں۔ ہنگامہ خیز سیاسی تاریخ اور حکمرانی کے مستقل مسائل کے ساتھ، پاکستان کا جمہوری نظام ایک متضاد صورتحال پیش کرتا ہے, جہاں جمہوری ادارے تو موجود ہیں، لیکن حقیقی جمہوریت کی روح اب بھی دور نظر آتی ہے۔اس تنقیدی جائزے میں پاکستان کی جمہوریت کے بنیادی پہلوؤں پر غور کرتے ہوئے اس کو درپیش چیلنجز کا احاطہ کیا گیا ہے۔

پاکستان کا سیاسی نظام آئینی طور پر جمہوری ہے، جہاں باقاعدہ انتخابات ہوتے ہیں، ایک آزاد عدلیہ اور آزاد ذرائع ابلاغ موجود ہیں، جو کسی بھی جمہوری ریاست کے کلیدی ستون ہیں۔ تاہم، ان اداروں کی فعالیت اور سالمیت پر اکثر سوال اٹھائے جاتے ہیں۔ پاکستان کو متعدد فوجی بغاوتوں کا سامنا رہا ہے جبکہ فوج سویلین حکمرانی پر بھی کافی اثر ورسوخ رکھتی ہے، جس کے نتیجے میں جمہوری ادارے اس طرح سے پنپنے میں ناکام رہتے ہیں جس طرح ان کو پنپنا چاہیے۔ جمہوری حکومتوں اور فوج کے درمیان طاقت کے عدم توازن نے ایک قسم کی "کنٹرولڈ جمہوریت" کو جنم دیا ہے، جہاں منتخب نمائندے اکثر غیر منتخب طاقتوں کی چھتر چھاؤں میں کام کرتے ہیں۔

ملک میں سول حکمرانی کا زوال واضح ہے۔ حال ہی میں سینیٹ کی قائمہ کمیٹی برائے داخلہ اور بعد میں سینٹ اور قومی اسمبلی سے "پرامن اجتماع اور عوامی نظم و ضبط بل 2024" کی منظوری اس مسئلے کو مزید واضح کرتی ہے۔ اس قانون کے تحت اسلام آباد میں مظاہروں اور جلسوں کو حکومت کے منظور شدہ مخصوص مقامات تک محدود کیا گیا ہے، جس سے بنیادی طور پر پُرامن اجتماع کے حق کو محدود کر دیا گیا ہے۔

اگرچہ اس بل کی حمایتی آوازیں اس بل کو عوامی نظم و ضبط یقینی بنانے اور روزمرہ امور میں خلل کو روکنے کے لیے ضروری قرار دیتے ہیں تاہم ناقدین اسے جمہوریت کی اساس یعنی اختلاف رائے کو دبانے اور سیاسی اظہار کو محدود کرنے کی ایک کوشش کے طور پر دیکھتے ہیں۔

پرامن اجتماع اور عوامی نظم و ضبط بل 2024: نظم و ضبط کی جانب ایک قدم یا مزید کنٹرول کی کوشش؟

پرامن اجتماع اور عوامی نظم و ضبط بل 2024'' کی منظوری عوامی نظم و ضبط کو برقرار رکھنے اور جمہوری آزادیوں کے تحفظ کے درمیان توازن کو اجاگر کرتی ہے۔ اس قانون کے ذریعے عوامی احتجاجی مظاہروں یا جلسوں کو سنگجانی انٹر چینج یا اسلام آباد میں حکومت کی منظور شدہ دیگر جگہوں تک محدود کر دیا گیا ہے اور اس قانون کی خلاف ورزی کی صورت میں سخت سزاوں کا اعلان کیا گیا جن میں تین سال تک قید بھی شامل ہے۔

اس قانون سازی کو خاص طور پر اُس وقت شدید تنقید کا سامنا کرنا پڑا، جب حزبِ اختلاف کی جماعت پاکستان تحریک انصاف سے وابستہ کئی ارکانِ قومی اسمبلی کو سنگجانی انٹر چینج پر ہونے والے عوامی جلسہ عام کے بعد گرفتار کیا گیا۔ اس اقدام سے حکومت کی جانب سے سیاسی اختلافی آوازوں کو دبانے کے لیے اس قانون کے استعمال کے خدشات حقیقت کا رُوپ دھارتے دکھائی دیے۔ ناقدین کا کہنا ہے کہ اگرچہ اس قانون کا مقصد عوامی نظم کو یقینی بنانا ہے، لیکن یہ شہریوں کے پرامن اجتماع کے حق کو سلب کرنے یا محدود کرنے کا باعث بنا ہے۔

سینیٹر سلیم مانڈوی والا جیسے قانون کے حامی لوگ دلیل دیتے ہیں کہ یہ قانون پرامن مظاہروں کے لیے ایک ضروری قانونی فریم ورک فراہم کرتا ہے، جس سے احتجاجی مظاہرین کی طرف سے دارالحکومت کو مفلوج کرنے کے امکانات میں کمی واقع ہو گی۔ تاہم، یہ دلیل جمہوری عمل کے لیے وسیع تر نتائج کو نظرانداز کرتی ہے۔ مظاہروں کو مخصوص مقامات تک محدود کر کے، یہ قانون عوامی مظاہروں کے اثر کو ختم کر سکتا ہے، جس سے حکومت کے لیے اختلاف رائے کو دبانا اور نظر انداز کرنا آسان ہو جائے گا۔

سینیٹر سیف اللہ ابڑو، جنہوں نے نئے قوانین متعارف کرانے کے بجائے موجودہ قوانین کا جائزہ لینے کا مطالبہ کیا، کی اس قانون پر تنقید اس خدشے کو اجاگر کرتی ہے کہ اس طرح کی قانون سازی کو سیاسی مخالفت کے خلاف استعمال کیا جا سکتا ہے۔

اس لیے یہ قانون اس ضرورت کو جنم دیتا ہے کہ نظم و ضبط کو برقرار رکھنے اور جمہوری آزادیوں کا احترام کرنے کے درمیان توازن کیسے قائم کیا جائے——ایسا توازن جو ایک صحت مند جمہوریت کے لیے اہم ہے تاہم پاکستان میں یہ توازن اکثر اظہارِ رائے دبانے کی کوشش کے حق میں جُھک جاتا ہے۔

انتخابی عمل کی شفافیت اور سیاسی شمولیت:

پاکستان کی جمہوریت کا ایک اور اہم پہلو اس کے انتخابی عمل کی شفافیت ہے۔ اگرچہ ملک میں گزشتہ کچھ عرصے سے انتخابات باقاعدگی سے ہو رہے ہیں، لیکن انتخابی دھاندلی، ووٹر پر دباؤ اور سیاست میں دولت اور طاقت کے اثر ورسوخ کے حوالے سے خدشات عام ہیں۔

2018 کے عام انتخابات میں دھاندلی اور مداخلت کے الزامات لگائے گئے، اپوزیشن جماعتوں نے فوج پر مداخلت کا الزام لگایا تا کہ ایک موافق نتیجہ یقینی بنایا جا سکے۔ ان الزامات نے، چاہے وہ ثابت ہوں یا نہ ہوں، عوام کے انتخابی عمل پر اعتماد کو مجروح کیا ہے، جس سے ووٹرز میں مایوسی اور بے دلی پیدا ہو رہی ہے۔

مزید برآں، پاکستان میں عوام کی سیاسی عمل میں شمولیت اکثر نظام میں موجود مسائل کی وجہ سے مُتاثر ہوتی ہے۔

یہ اثرات پسماندہ طبقات بشمول خواتین، اقلیتوں اور غریب افراد پر زیادہ ہوتے ہیں۔ ان طبقات کی مؤثر سیاسی نمائندگی میں کمی جمہوری ڈھانچے کو مزید کمزور کرتی ہے، کیونکہ وہ فیصلہ سازی کے عمل میں شامل نہیں ہو پاتے۔ ووٹر رجسٹریشن اور سیاسی عمل میں عام لوگوں کی شمولیت کو بہتر بنانے کے لیے اقدامات کیے گئے ہیں، لیکن شہریوں کے معاشی مسائل اور ثقافتی رکاوٹیں اب بھی بڑے چیلنجز ہیں۔

سول سوسائٹی کے ادارے اور میڈیا حکومت کا احتساب کرنے اور شہریوں کے حقوق کی آواز اٹھانے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں، جس سے جمہوریت مضبوط ہوتی ہے۔ تاہم، پاکستان میں یہ ادارے نت نئے خطرات کا سامنا کر رہے ہیں۔ حکومت نے ایسے ضابطے متعارف کروائے ہیں جو خاص طور پر ان اداروں کی سرگرمیوں پر قدغن لگاتے ہیں جو انسانی حقوق کی وکالت کرتی ہیں یا غیر ملکی فنڈنگ سے اپنے امور چلاتی ہیں۔ اس کے نتیجے میں سول سوسائٹی کے لیے کام کرنے کے مواقع کم ہو رہے ہیں اور بہت سے ادارے ہراسانی، دھمکیوں اور حتیٰ کہ بندش کا سامنا کر رہے ہیں۔

میڈیا، جسے جمہوریت کا چوتھا ستون کہا جاتا ہے، کو بھی ملک میں بڑے چیلنجز کا سامنا ہے۔ اگرچہ پاکستان میں ایک متحرک اور متنوع میڈیا موجود ہے تاہم صحافی خوف اور سنسرشپ کے ماحول میں کام کر رہے ہیں۔ صحافیوں کی گرفتاریاں، میڈیا کوریج پر پابندیاں اور حکومت پر تنقید کرنے والے نیوز چینلز کی بندش جیسے واقعات اس دباؤ کی چند مثالیں ہیں جس کا میڈیا سامنا کر رہا ہے۔ اس دباؤ سے میڈیا کی آزادی نہ صرف متاثر ہوتی ہے بلکہ ان چیک اینڈ بیلنس کو بھی متاثر کرتی ہے جو ایک فعال جمہوریت کے لیے ضروری ہیں۔

موثر حکمرانی اور احتساب جمہوریت کے بنیادی ستون ہیں، تاہم پاکستان میں یہ دونوں شعبے تشویش کا باعث رہتے ہیں۔ ملک میں بدعنوانی کی شرح بہت زیادہ ہے، اور ٹرانسپیرنسی انٹرنیشنل کے 2023 کے کرپشن پرسیپشن انڈیکس میں پاکستان 180 ممالک میں سے 140ویں نمبر پر تھا۔ حکومتی امور میں شفافیت اور عدم احتساب کی وجہ سے عوام میں مایوسی میں اضافہ ہوا ہے اور جمہوری اداروں پر اعتماد کم ہوا ہے۔

Picture Source: Getty Images

عدلیہ، جس کا کام آئین کی حفاظت اور ایگزیکٹو کے امور نظر رکھنا ہے، کو اکثر سیاسی مصلحتوں کا شکار سمجھا جاتا ہے۔

اہم نوعیت کے مقدمات میں عدلیہ کی معمول سے زیادہ مشغولیت کی وجہ سے اس کی جانبداری پر سوال اُٹھتے ہیں، اور عدلیہ کی غیر جانبداری پر عوام کا اعتماد مزید کم ہوتا ہے۔

مزید برآں، سیاسی جماعتوں کے اندر احتساب کا نہ ہونا بھی ایک بڑا مسئلہ ہے۔ سیاسی جماعتوں کی قیادت اکثر موروثی ہوتی ہے اور جماعتوں کی مرکزی لیڈرشپ میں سیاسی خاندانوں کا غلبہ ہوتا ہے۔ اس سے طاقت چند لوگوں کے ہاتھوں میں مرکوز ہو جاتی ہے اور پارٹی کے اندر جمہوریت یا نئی قیادت کے ابھرنے کے مواقع کم ہوتے ہیں۔

ملک میں مسلسل دہشت گردی بھی پاکستان کی جمہوریت کے لیے ایک بڑے خطرے کے طور پر اُبھر کر سامنے آتی ہے۔ ریاست کی توجہ اکثر سیکورٹی امور پر مرکوز رہتی ہے، جس کی وجہ سے شہری آزادیاں اور جمہوری حقوق متاثر ہوتے ہیں۔

تحریک طالبان پاکستان جیسے گروہوں کی جانب سے دہشت گردانہ سرگرمیوں کے دوبارہ ابھرنے نے حکومتی نظم ونسق میں عسکریت کو فروغ دیا ہے، جہاں سیکورٹی کے خدشات اکثر جمہوری اصولوں پر فوقیت حاصل کر لیتے ہیں۔ حالیہ دہشت گردانہ سرگرمیوں میں ملوث افراد کے بارے میں وزیر داخلہ کے انکشافات، جو پہلے امن معاہدوں کے تحت رہا کیے گئے تھے، سیکورٹی اور جمہوریت کے درمیان توازن کے چیلنجوں کو اجاگر کرتے ہیں۔

Picture Source: Getty Images

اگرچہ حکومت کی انسداد دہشت گردی کی پالیسی ضروری ہے، لیکن پالیسی کی آڑ میں اکثر ایسے اقدامات جیسے کہ فوجی عدالتوں کا سویلین کے لیے استعمال اور نگرانی کا دائرہ وسیع کرنا، اٹھائے جاتے ہیں جن کی وجہ سے شہری آزادیاں محدود ہوتی ہیں۔ یہ اقدامات، جو بظاہر ریاست کے تحفظ کے لیے اٹھائے جاتے ہیں، شہریوں کے جمہوری حقوق کو کمزور کرنے اور خوف وجبر کے ماحول میں اضافہ کرنے کا باعث بنتے ہیں۔

اس وقت پاکستان کی جمہوریت ایک نازک موڑ پر کھڑی ہے۔ صرف جمہوری اداروں کا وجود جمہوریت کے اچھے ہونے کی دلیل نہیں ہوتا، ان اداروں کا مؤثر طریقے سے کام کرنا اور ان کی شفافیت بھی اہمیت رکھتی ہے۔ 2024 کا پرامن اجتماع اور عوامی نظام قانون پاکستان کی جمہوریت کو درپیش وسیع چیلنجز کو مزید واضح کرتا ہے جہاں نظم وضبط اور آزادی کے درمیان توازن کو مسلسل چیلنج کیا جاتا ہے۔

پاکستان میں جمہوریت کے پھلنے پھولنے کے لیے، جمہوری اداروں کو مضبوط کرنے، انتخابی عمل کی شفافیت کو یقینی بنانے، شہری آزادیوں کے تحفظ اور سیاسی شمولیت کو بڑھانے کے لیے اجتماعی کوششوں کی ضرورت ہے۔اس کے لیے نہ صرف حکومتی عزم کی ضرورت ہے بلکہ سول سوسائٹی، میڈیا اور عوام کی فعال شمولیت بھی ضروری ہے۔ پاکستان کی جمہوریت کا مستقبل ان اسٹیک ہولڈرز کی صلاحیت پر منحصر ہے کہ وہ مل کر ایک زیادہ جامع، جوابدہ اور مضبوط جمہوری نظام کی تعمیر کے لیے کام کریں۔

جب ہم عالمی یوم جمہوریت کے موقع پر پاکستان کی صورتحال کا جائزہ لیتے ہیں تو ہمیں یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ پاکستان کی جمہوریت چیلنجوں سے بھرپور، لیکن بے پناہ صلاحیتوں سے مالامال، مسلسل سفر میں ہے۔ایک مکمل جمہوری پاکستان کی طرف سفر طویل اور مشکل ہوگا، لیکن یہ ملک کے مستقبل کے لیے کیے جانے والا ایک ضروری سفر ہے۔

اقتصادی منظرنامہ

نئے پالیسی بورڈ کا مقصد پاکستان کی اقتصادی منصوبہ بندی کی اصلاح:

پاکستان کے نئے اعلیٰ سطحی پالیسی بورڈ، جس کی سربراہی وفاقی وزیر منصوبہ بندی احسن اقبال کر رہے ہیں، کو اقتصادی منصوبہ بندی کے لیے ایک اہم پیش رفت سمجھا جا رہا ہے لیکن اگر اس کا بغور تجزیہ کیا جائے تو متعدد سوالات جنم لیتے ہیں۔اگرچہ اس اقدام کا مقصد نجی شعبے کے بڑے ناموں جیسے مصدق ذوالقرنین اور ماہرین تعلیم جیسے ڈاکٹر رانا اقرار کی آراء کی روشنی میں پالیسی سازی اور حقیقی دنیا کے اقتصادی چیلنجز کے درمیان فرق کرنا ہے تاہم اس پیشرفت کا تقابل ماضی میں کی گئی ایسی ہی کوششوں سے کرنا ضروری ہے۔

پاکستان کی اقتصادی ترقی کی راہ غیر مستحکم شرح نمو اور قلیل مدتی پالیسی تبدیلیوں سے عبارت ہے۔ماضی میں بھی اقتصادی ترقی کے لیے ایک پائیدار فریم ورک قائم کرنے کے لیے متعدد کوششیں کی گئیں۔ مثال کے طور پر، وژن 2025 جو احسن اقبال کی قیادت میں شروع کیا گیا تھا، کا مقصد، اسٹریٹجک اقتصادی منصوبہ بندی اور اصلاحات کے ذریعے پاکستان کو 2025 تک 25 بہترین عالمی معیشتوں میں شامل کرنا تھا۔تاہم، یہ وژن پالیسی میں عدم تسلسل، سیاسی عدم استحکام اور مناسب دلچسپی نہ ہونے کی وجہ سے ناکام ہو گیا۔ ایک اور مثال پانچ سالہ منصوبے ہیں، جو 1960 کی دہائی میں ابتدائی کامیابیوں کے باوجود فوجی بغاوتوں، سیاسی تبدیلیوں اور اقتصادی ترجیحات میں تبدیلیوں کی وجہ سے خلل کا شکار ہوتے رہے۔

پاکستان میں اقتصادی منصوبہ بندی کو بہتر بنانے کی ماضی کی بیشتر کوششیں کئی عوامل کی وجہ سے ناکام ہوئیں۔ ان عوامل میں احتساب کا نہ ہونا، وفاقی اور صوبائی حکومتوں کے درمیان پالیسیوں کے حوالے سے ناقص ہم آہنگی، اور نجی اور تعلیم کے شعبوں کی پالیسی سازی میں محدود یا عدم شمولیت شامل ہیں۔اس کے علاوہ، پاکستان کے غیر متحرک افسر شاہی کے نظام اور پالیسی سازی میں ضرورت سے زیادہ سیاسی مداخلت اکثر طویل مدتی منصوبہ بندی کو نقصان پہنچاتا ہے، جس سے کسی جامع اقتصادی حکمت عملی کا قلیل مدتی سیاسی ادوار سے آگے جاری رہنا مشکل ہو جاتا ہے۔

پاکستان کے نئے پالیسی بورڈ کی کامیابی کا انحصار اس بات پر ہوگا کہ ایک ایسے وقت میں یہ نجی شعبے کے مفادات اور طویل مدتی قومی اہداف کے درمیان نازک توازن کو کس طرح برقرار رکھتا ہے جب عوام کا سرکاری اداروں پر اعتماد کم ہے اور ملک کو پائیدار ترقیاتی اہداف (SDGs) کے حصول میں نمایاں رکاوٹوں کا سامنا ہے۔

ایسے میں اس بات کا بھی خطرہ ہے کہ نجی شعبے کا اثرورسوخ بجائے پائیدار ترقی کے پالیسیوں کو قلیل مدتی فوائد کی طرف موڑ سکتا ہے۔ ان چیلنجوں کو شفافیت اور انصاف کو فروغ دیتے ہوئے حل کرنے کی بورڈ کی صلاحیت اس بات کا تعین کرنے میں اہم ہوگی کہ آیا یہ پاکستان میں موثر اور جامع اقتصادی منصوبہ بندی کے لیے ایک نیا معیار قائم کر سکتا ہے یا نہیں۔

پاکستان کی معیشت کے 3D's ۔ دوہرے قرض کی اُلجھ (Dual Debt Dilemma):

پاکستان کے بڑھتے ہوئے قرض کے بحران نے ایک اہم معاشی تضاد کو واضح کیا ہے: حکومت کا بڑے پیمانے پر قرض لینے پر انحصار، اس کے مالی مسائل کی علامت بھی ہے اور ان کا سبب بھی۔

Picture Source: DAWN

ملکی قرض 69.6 کھرب روپے تک پہنچ چکا ہے اور مالی سال 2025 کے لیے مزید قرضہ لینے کا اندازہ 9.3 کھرب روپے تک پہنچ گیا ہے جس سے ملک قرض کے "دوہرے جال" میں پھنس چکا ہے کیونکہ ملک کی تقریباً تمام ٹیکس آمدن قرض کی ادائیگی میں خرچ ہو جاتی ہے۔ یہ بحران صرف اعداد و شمار کا مسئلہ نہیں ہے بلکہ مالیاتی گنجائش اور معاشی امکانات کے زوال کا عکاس بھی ہے۔

22% کی انتہائی بلند شرح سود پر ریکارڈ 8.4 کھرب روپے کا قرض لینا معاشی حکمت عملی کی ایک بنیادی خامی کو ظاہر کرتا ہے۔ سود کی شرح میں حالیہ کمی عارضی ریلیف تو فراہم کر سکتی ہے لیکن اصل مسئلہ کو حل نہیں کر سکتی۔ حکومت کے قلیل مدتی اقدامات طویل مدتی ترقی کو متاثر کر رہے ہیں، جس سے نجی شعبہ محدود ہو گیا ہے اور معاشی امکانات ماند پڑ گئے ہیں۔

اس جال سے نکلنے کے لیے پاکستان کو اپنی مالیاتی پالیسیوں میں جامع اصلاحات کو اپنانا ہوگا، پائیدار آمدنی کے ذرائع پیدا کرنے اور معاشی اصلاحات پر توجہ مرکوز کرنی ہوگی۔ ان تبدیلیوں کے بغیر، قوم مسلسل قرض لینے اور معاشی جمود کے چکر میں پھنسی رہنے کا خطرہ مول لے رہی ہے۔

طاقت کا کھیل: کیپیسٹی پیمنٹس کی بڑھتی ہوئی لاگت اور اصلاحات کا مطالبہ:

پاکستان کا بجلی کا شعبہ کیپیسٹی پیمنٹس یعنی آئی پی پیز کو ان کی گنجائش کے مطابق ادائیگیوں کے بحران کا شکار ہے، اور یہ بحران بڑھتی ہوئی فی یونٹ قیمت اور غیر مؤثر توانائی پالیسیوں کی وجہ سے مزید گرگوں ہو چکا ہے۔

بجلی پیدا کرنے والے اداروں یعنی آئی پی پیز کو گنجائش کے مطابق ادائیگیاں، جو مالی سال 2017 میں 384 ارب روپے سے بڑھ کر مالی سال 2024 میں 2,142 ارب روپے تک پہنچ چکی ہیں، بجلی کی طلب اور پیداوار کی لاگت کے درمیان ایک بنیادی عدم مطابقت کی عکاسی کرتی ہیں۔ ملک میں بجلی کی مسلسل اوسط طلب 13,000 میگاواٹ ہونے کے باوجود پیداوار کی صلاحیت 43,000 میگاواٹ سے زیادہ ہو چکی ہے، جو زیادہ تر نئے آئی پی پیز کی وجہ سے ہے۔

ان آئی پی پیز کو شامل کرنے کی وجہ سے بجلی پیدا کرنے کی لاگت میں نمایاں اضافہ ہوا ہے، کیونکہ آئی پی پیز کی اوسط گنجائش 2015-16 میں 2.78 روپے فی یونٹ سے بڑھ کر مالی سال 2025 میں 18.39 روپے فی یونٹ تک پہنچ گئی ہے، جو بڑھتی ہوئی شرح سود اور پاکستانی روپے کی قدر میں کمی کی وجہ سے ہے۔

اس کے نتیجے میں، صارفین پر بجلی کے بھاری اخراجات کا بوجھ پڑ رہا ہے، جبکہ بجلی پیدا کرنے والے اداروں کو پیداواری گنجائش کے مطابق ادائیگیاں اس شعبے کی آمدنی کا تقریباً نصف حصہ نگل رہی ہیں۔

بجلی کے بحران کا تعلق صرف بڑھتی ہوئی قیمتوں سے ہی نہیں بلکہ شعبے کے اندر موجود نااہلیوں اور مالی بدانتظامی سے بھی ہے۔ حکومت اور پاک چین اقتصادی راہداری (CPEC) کے منصوبے خاص طور پر پریشانی کا باعث ہیں، جن کو ان پلانٹس کی پیداواری گنجائش کے مطابق ادائیگیاں سالانہ 880 ارب روپے تک پہنچ چکی ہیں، جس میں ایک بڑے حصے میں ایکویٹی پر منافع شامل ہے۔

اس صورتحال کو بجلی کی چوری اور قرضوں نے مزید خراب کر دیا ہے، جس سے مجموعی ملکی خسارے میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔ صارفین پر بوجھ کم کرنے کے لیے حکومت کو اپنے بجلی خریداری معاہدوں، خاص طور پر سی پیک اور حکومتی پلانٹس کے ساتھ کیے گئے معاہدوں پر نظرثانی کرنی ہوگی، اور بجلی ترسیل کے نقصانات اور نااہلیوں جیسے نظامی مسائل کو حل کرنا ہوگا۔ جامع اصلاحات بشمول ایک زیادہ معقول ٹیرف کے نظام اور بجلی کی ترسیل کے موجودہ طریقے کی بہتری، کے بغیر، پاکستان کا بجلی کا شعبہ اقتصادی عدم استحکام اور ترقی کی راہ میں رکاوٹ کا باعث بنتا رہے گا۔

معاشی نتائج اور جغرافیائی سیاسی عدم استحکام:

روس اور یوکرین کے تنازعے نے ابتدا میں عالمی سطح پر ایندھن کی قیمتیں آسمان پر پہنچا دیں جس سے پاکستان کی معیشت کو شدید دھچکا لگا کیونکہ اس کا انحصار درآمدی تیل پر ہے۔ جیسے ہی عالمی منڈیوں میں ایندھن کی قیمتیں بڑھیں اور سپلائی میں کمی آئی تو پاکستان کو خام تیل اور ایل این جی کے حصول کے لیے نمایاں طور پر زیادہ قیمتیں ادا کرنی پڑیں، جس سے ملک میں افراطِ زر میں اضافہ ہوا، پیداوار اور نقل و حمل کے اخراجات بڑھے اور حکومت کے مالی وسائل پر دباؤ آیا۔

اگرچہ حالیہ دنوں میں عالمی سطح پر ایندھن کی قیمتیں ترسیل کی بہتری کے بعد مستحکم ہونے کے بعد کم ہوئی ہیں، تاہم پاکستان کو اس کا پورا فائدہ نہیں پہنچا کیونکہ روپے کی قدر میں کمی نے عالمی قیمتوں میں کمی کے اثرات کو زائل کر دیا ہے۔ اس کے علاوہ، ایندھن پر زیادہ ٹیکس اور ملک کے مالیاتی چیلنجز نے صارفین کے لیے ریلیف کو مزید محدود کر دیا ہے، جس سے عالمی سطح پر قیمتوں میں کمی کے باوجود پاکستان کی معیشت کو ابھی بھی توانائی کے بحران کا سامنا ہے۔

توانائی کی قیمتوں میں یہ اضافہ صنعتی پیداوار سے لے کر گھریلو بجٹ تک، معیشت کے مختلف شعبوں میں ایک سلسلہ وار اثر کا باعث بنا ہے جس نے ملک کی پہلے سے ہی نازک اقتصادی صورتحال کو مزید پیچیدہ کر دیا ہے۔

جیسا کہ وزارتِ خزانہ کی ایشیائی ترقیاتی بینک (ADB) کو پیش کی گئی رپورٹ میں بتایا گیا کہ ایندھن کی قیمتوں میں اضافے نے نہ صرف صارفین کی قوتِ خرید کو کم کیا بلکہ ضروری اشیاء کی قیمتوں میں بھی شدید اضافہ کیا جس سے کم آمدنی والے گھرانوں پر اضافی بوجھ پڑا۔ قیمتوں میں اس اضافے کے نتیجے میں، خاص طور پر 2022 کے سیلاب کے بعد اقتصادی سرگرمیوں میں نمایاں کمی اور غربت میں اضافہ ہوا ہے، جس سے مالی وسائل کو مزید بوجھ کا سامنا کرنا پڑا۔

مزید برآں، رپورٹ ایک اہم نکتہ پر روشنی ڈالتی ہے کہ ملک کے ریونیو میں بہتری اور مالی خسارے میں معمولی کمی کے باوجود معاشی صورتحال اب بھی نازک ہے۔ حکومت کی اخراجات کنٹرول کرنے کی صلاحیت، خاص طور پر گنجائش ادائیگیوں اور سبسڈیز کے حوالے سے، مجموعی اقتصادی استحکام کے تعین میں کلیدی کردار ادا کرے گی۔ بلوچستان رورل ڈیولپمنٹ اینڈ کمیونٹی ایمپاورمنٹ (BRACE) پروگرام کی معاشی اثرات کو کم کرنے کی کوششیں قابل ستائش ہیں، لیکن انہیں ایک جامع حکمت عملی کے ساتھ جوڑا جانا چاہیے تاکہ بنیادی ڈھانچے کے مسائل کو حل کیا جا سکے اور عالمی بحرانوں کے منفی اثرات کو کم کیا جا سکے۔ جیسے جیسے پاکستان ان مشکل حالات سے گزر رہا ہے، یہ ضروری ہے کہ مالیاتی پالیسیاں فوری ریلیف اور طویل مدتی اقتصادی استحکام کے درمیان توازن پیدا کرنے کے لیے تیار ہوں۔

Picture Source: Unsplash

پاکستان کی معیشت کے لیے ملی جلی اچھی خبریں:

پاکستان میں مہنگائی کی شرح اگست 2024 میں 34 ماہ کی کم ترین سطح 9.6% پر آگئی، جو گزشتہ کچھ عرصے کے مقابلے میں نمایاں بہتری ہے۔ مہنگائی میں اس کمی کی وجہ اشیاء کی قیمتوں میں استحکام اور روپے کی مستحکم صورتحال ہے، جو اقتصادی دباؤ کے اس ماحول میں کچھ حد تک ریلیف ہے۔

کنزیومر پرائس انڈیکس (CPI) اور بنیادی مہنگائی کی شرحیں امید افزا ہیں، جو ممکنہ معاشی استحکام کا اشارہ دیتی ہیں۔ تاہم، اب بھی کچھ احتیاط ضروری ہے۔ اگرچہ مہنگائی میں اس کمی کو بڑھا چڑھا کر پیش کیا جا سکتا ہے تاہم ہماری معیشت کے بنیادی ڈھانچے میں کمزوریاں برقرار ہیں۔ اگرچہ اسٹیٹ بینک آف پاکستان کی جانب سے شرح سود میں ممکنہ کمی کی نشاندہی کرتی ہے، لیکن صرف یہ کمی ملک کے گہرے معاشی مسائل کو حل نہیں کر سکتی۔

وزیر اعظم شہباز شریف اور ان کی انتظامیہ نے اسے اپنی اقتصادی اصلاحات کی کامیابی کے طور پر پیش کیا ہے، لیکن ان اقدامات کے طویل مدتی نتائج ابھی بھی غیر یقینی ہیں۔ مثبت اعداد و شمار کے باوجود وسیع اقتصادی چیلنجز اور دیرپا، ساختی اصلاحات کی ضرورت کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

معاشی نتائج اور جغرافیائی سیاسی عدم استحکام:

روس اور یوکرین کے تنازعے نے ابتدا میں عالمی سطح پر ایندھن کی قیمتیں آسمان پر پہنچا دیں جس سے پاکستان کی معیشت کو شدید دھچکا لگا کیونکہ اس کا انحصار درآمدی تیل پر ہے۔ جیسے ہی عالمی منڈیوں میں ایندھن کی قیمتیں بڑھیں اور سپلائی میں کمی آئی تو پاکستان کو خام تیل اور ایل این جی کے حصول لیے نمایاں طور پر زیادہ قیمتیں ادا کرنی پڑیں، جس سے ملک میں افراطِ زر میں اضافہ ہوا، پیداوار اور نقل و حمل کے اخراجات بڑھے اور حکومت کے مالی وسائل پر دباؤ آیا۔

اگرچہ حالیہ دنوں میں عالمی سطح پر ایندھن کی قیمتیں ترسیل کی بہتری کے بعد مستحکم ہونے کے بعد کم ہوئی ہیں، تاہم پاکستان کو اس کا پورا فائدہ نہیں پہنچا کیونکہ روپے کی قدر میں کمی نے عالمی قیمتوں میں کمی کے اثرات کو زائل کر دیا ہے۔ اس کے علاوہ، ایندھن پر زیادہ ٹیکس اور ملک کے مالیاتی چیلنجز نے صارفین کے لیے ریلیف کو مزید محدود کر دیا ہے، جس سے عالمی سطح پر قیمتوں میں کمی کے باوجود پاکستان کی معیشت کو ابھی بھی توانائی کے بحران کا سامنا ہے۔

توانائی کی قیمتوں میں یہ اضافہ صنعتی پیداوار سے لے کر گھریلو بجٹ تک، معیشت کے مختلف شعبوں میں ایک سلسلہ وار اثر کا باعث بنا ہے جس نے ملک کی پہلے سے ہی نازک اقتصادی صورتحال کو مزید پیچیدہ کر دیا ہے۔

جیسا کہ وزارتِ خزانہ کی ایشیائی ترقیاتی بینک (ADB) کو پیش کی گئی رپورٹ میں بتایا گیا کہ ایندھن کی قیمتوں میں اضافے نے نہ صرف صارفین کی قوتِ خرید کو کم کیا بلکہ ضروری اشیاء کی قیمتوں میں بھی شدید اضافہ کیا جس سے کم آمدنی والے گھرانوں پر اضافی بوجھ پڑا۔ قیمتوں میں اس اضافے کے نتیجے میں، خاص طور پر 2022 کے سیلاب کے بعد اقتصادی سرگرمیوں میں نمایاں کمی اور غربت میں اضافہ ہوا ہے، جس سے مالی وسائل کو مزید بوجھ کا سامنا کرنا پڑا۔

عارضی معاشی اصلاحات بمقابلہ دیرپا حل:

پاکستان کی اقتصادی غیر یقینی صورتحال بھاری بیرونی قرضوں پر انحصار کی وجہ سے نمایاں ہے۔ اس کو بحالی کے لیے قلیل مدتی ریلیف اور طویل مدتی اصلاحات دونوں کی ضرورت ہے۔ اگر حکومت صرف قرضوں کی تجدید پر انحصار کرتی ہے تو یہ وقتی ریلیف فراہم کر سکتی ہے جبکہ آئی ایم ایف کے ساتھ سازگار مذاکرات فوری دباؤ کو کم کر سکتے ہیں تاہم اس سے بنیادی مسائل کے حل میں تاخیر ہوگی۔ تاہم، اگر ان اقدامات کے ساتھ طویل مدتی حکمت عملیوں، جیسے زرمبادلہ کی شرح کو مستحکم کرنا تاکہ غیر ملکی قرضوں کی لاگت کو کم کیا جا سکے۔ ٹیکس، توانائی اور زراعت میں ساختی اصلاحات نافذ نہ کی گئیں، تو ملک کے لیے مالیاتی خطرات میں اضافہ ہو سکتا ہے۔ اگر پاکستان اپنی برآمدات کو متنوع بناتا ہے اور براہ راست غیر ملکی سرمایہ کاری کو راغب کرتا ہے تو اس سے تجارتی ذخائر میں اضافہ ہو سکتا ہے اور پائیدار ترقی کے امکانات پیدا ہو سکتے ہیں۔ فوری ریلیف کو ان حکمت عملی اصلاحات کے ساتھ متوازن کرنا دیرپا معاشی استحکام کے لیے انتہائی ضروری ہے۔

جغرافیائی سیاسی دباؤ اور آئی ایم ایف کی طرف سے تاخیر:

پاکستان کی موجودہ صورتحال، جس میں آئی ایم ایف پروگرام کی منظوری میں تاخیر ہو رہی ہے، اس کی اقتصادی اور سیاسی منظر نامے کی پیچیدگیوں کا واضح اشارہ ہے۔ چین، سعودی عرب، اور متحدہ عرب امارات پر مالی امداد کے لیے انحصار صرف مالی مشکلات کو ظاہر نہیں کرتا بلکہ پاکستان کے جغرافیائی سیاسی اتحادوں کی نازک حیثیت کو بھی بے نقاب کرتا ہے۔ ان ممالک کی ہچکچاہٹ سے اعتماد کے فقدان کا اشارہ ملتا ہے، خاص طور پر چین کی جانب سے، جو اب پاکستان کو ایک قابل اعتماد شراکت دار کے طور پر نہیں دیکھتا۔

یہ تبدیلی صرف مالی معاملات تک محدود نہیں، بلکہ پاکستان کے طویل مدتی استحکام اور طرزِ حکمرانی کے بارے میں گہری تشویش کو ظاہر کرتی ہے۔ سعودی عرب کا مزید فنڈز دینے میں پس و پیش کرنا، جس پر چین کا موقف اثرانداز ہوا ہے، یہ ظاہر کرتا ہے کہ جب جغرافیائی سیاسی اعتماد کمزور ہوتا ہے تو مالی امداد کتنی تیزی سے ختم ہو سکتی ہے۔ ملکی سطح پر، صورتحال سیاسی ہلچل کی وجہ سے مزید پیچیدہ ہو گئی ہے۔ اسٹیبلشمنٹ کا پی ٹی آئی کے ساتھ بظاہر نرم رویہ اور اسحاق ڈار کے آئی ایم ایف کے خلاف سخت بیانات یہ ظاہر کرتے ہیں کہ سیاسی حکمت عملی اقتصادی بحالی کی کوششوں کو نقصان پہنچا سکتی ہے۔

آئی ایم ایف کی ہچکچاہٹ اس بات کی علامت سمجھی جا سکتی ہے کہ ان کی نظر میں سیاسی استحکام مالی اصلاحات کے ساتھ اتنا ہی اہم ہے۔ یہ صورتحال پاکستان کی اقتصادی پالیسیوں کی پائیداری، خاص طور پر اس کی سیاسی غیر یقینی صورتحال کے پیش نظر، کے بارے میں اہم سوالات کو جنم دیتی ہے۔

2023 کی طرح کی غلطیوں کا دہراؤ محض ماضی کی غلطیوں کی تکرار نہیں، بلکہ نظام میں موجود ایک گہرے خلا کی نشاندہی کرتا ہے، جہاں سیاسی اور اقتصادی حکمت عملیاں ہم آہنگ نہیں ہیں۔ اگر پاکستان اس دائرے سے نکلنا چاہتا ہے، تو اسے اپنی غیر یقینی کی بنیادی وجوہات، خواہ وہ ملکی سطح پر ہوں یا بین الاقوامی تعلقات میں، کو حل کرنا ہوگا۔ موجودہ صورتحال محض فنڈنگ میں تاخیر نہیں، بلکہ پاکستان کے مستقبل کے حوالے سے وسیع خدشات کی عکاسی ہے، جس کے لیے طرز حکمرانی اور سفارتکاری میں زیادہ مربوط اور حکمت عملی اپروچ کی ضرورت ہے۔

مختلف پالیسیوں پر ایک نظر

لاہور ہائی کورٹ نے متنازعہ غیر ملکی فنڈنگ پالیسی کو کالعدم قرار دے دیا:

لاہور ہائی کورٹ (LHC) نے غیر سرکاری اداروں یا این جی اوز کے لیے 2022 کی وفاقی حکومت کی غیر ملکی فنڈنگ پالیسی کو غیر آئینی قرار دیتے ہوئے منسوخ کر دیا ہے، کیونکہ اس پالیسی کو قانون سازی کی حمایت حاصل نہیں تھی اور اس میں قانون ساز اختیارات سے تجاوز کیا گیا تھا۔ اس پالیسی کا مقصد پاکستان کے ایف اے ٹی ایف کی تعمیل کے مسائل کو حل کرنا تھا، جس کے تحت این جی اوز کو غیر ملکی فنڈز حاصل کرنے سے قبل وزارت اقتصادی امور کے سینئر افسران کی منظوری اور غیر متعین سیکورٹی ایجنسیوں کی کلیئرنس درکار تھی۔

عدالت کا فیصلہ کئی وجوہات کی بنا پر اہم۔

آئینی اصول: لاہور ہائی کورٹ نے اس بات پر زور دیا کہ ایگزیکٹو پالیسیاں قانون سازی کے اختیارات کا متبادل نہیں بن سکتیں۔ جسٹس عاصم حفیظ کے فیصلے نے اس بات کی تصدیق کی کہ صرف پارلیمنٹ ہی سول سوسائٹی پر قانونی پابندیاں عائد کر سکتی ہے، ایگزیکٹو برانچ نہیں۔

سول سوسائٹی پر اثرات: سخت شرائط اور سیکورٹی اداروں کے غیر واضح کردار کی وجہ سے یہ پالیسی غیر سرکاری اداروں کو سہولت دینے کی بجائے ان کے کام میں رکاوٹوں کی کوشش سمجھی گئی۔ این جی اوز نے موقف اپنایا کہ یہ شقیں ان کی عملی آزادی کو محدود کرتی ہیں اور ان کا نفاذ غیر منصفانہ طور پر ہوتا ہے، جس سے سول سوسائٹی کی سرگرمیاں متاثر ہوتی ہیں۔

قانونی نظیر: یہ فیصلہ ایگزیکٹو کی طرف سے اختیارات سے تجاوز پر عدالتی مداخلت کی نظیر ہے۔ عدالت کے فیصلے میں اس بات پر زور دیا گیا کہ قواعد و ضوابط میں وضاحت اور قانون سازی کی حمایت ضروری ہے، تاکہ ایسی پالیسیاں جو بنیادی حقوق کو متاثر کرتی ہیں، قانون کے تحت مناسب طریقے سے منظور کی جائیں۔

ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان (HRCP) اور دیگر سول سوسائٹی گروپس نے اس فیصلے کو تنظیمی خود مختاری اور شفافیت کی فتح قرار دیا ہے۔ یہ فیصلہ اس بات کی ضرورت پر زور دیتا ہے کہ قومی سلامتی کے خدشات اور این جی اوز کی عملی ضروریات کے درمیان توازن پیدا کرنے کے لیے ریگولیٹری طریقوں کا از سرِ نو جائزہ لیا جائے، اور یہ آئندہ پالیسی سازی کے لیے ایک اہم نظیر ثابت ہو۔

غیر ملکی فنڈنگ کی نگرانی کے لیے کمیٹی:

حال ہی میں وفاقی کابینہ کی جانب سے این جی اوز کی غیر ملکی فنڈنگ کے جائزے کے لیے ایک کمیٹی کی تشکیل پاکستان میں غیر سرکاری تنظیموں پر بڑھتی ہوئی جانچ پڑتال اور ریگولیشن کو ظاہر کرتی ہے۔ یہ اقدام غیر ملکی مداخلت اور مالیاتی شفافیت سے متعلق دیرینہ خدشات کو دور کرنے کی ایک وسیع تر کوشش کا حصہ ہے۔

اس کمیٹی میں اہم وزارتوں کے اعلیٰ عہدیدار شامل ہیں، اور اس کا کام ان ذرائع کا جائزہ لینا ہے جن کے ذریعے این جی اوز غیر ملکی فنڈز وصول کرتی ہیں اور یہ یقینی بنانا ہے کہ ان فنڈز کا استعمال ان کے طے شدہ مقاصد کے لیے کیا جارہا ہے۔ اس جائزے کی فوری ضرورت اس بات کی عکاسی کرتی ہے کہ پاکستان اقتصادی عدم استحکام اور سیکیورٹی خدشات سے مسلسل دوچار ہے، جو ماضی میں بین الاقوامی غیر سرکاری تنظیموں پر جاسوسی اور سیاسی مداخلت سمیت قومی مفادات کے خلاف سرگرمیوں میں ملوث ہونے کے الزامات سے مزید بگڑ چکے ہیں۔

تاریخی طور پر، پاکستانی حکومت نے ہمیشہ بین الاقوامی غیر سرکاری اداروں کے حوالے سے سخت رویہ اپنایا ہے، جس کی بنیاد غیر ملکی اثر ورسوخ اور قومی سلامتی کو لاحق ممکنہ خطرات کا خوف ہے۔ 2015 کا پالیسی فریم ورک اور 2018 میں 18 بین الاقوامی فلاحی تنظیموں کی بے دخلی اس بات کی مثال ہیں کہ پاکستان نے غیر ملکی این جی اوز کے حوالے سے ہمیشہ احتیاط کا راستہ اختیار کیا، جس کا مقصد فنڈز کے غلط استعمال کو روکنا اور حساس معلومات کا تحفظ کرنا تھا۔ تاہم، ان اقدامات نے ایسی تنظیموں کے لیے اہم سماجی مسائل پر کام کرنے کی گنجائش پر بحث کو جنم دیا ہے۔

نئی کمیٹی کا کردار شفافیت اور قومی سلامتی کے درمیان توازن پیدا کرنے میں اہم ہے، لیکن اسے ایسے اقدامات سے بچنا ہوگا جو حقیقی انسانی امداد اور ترقیاتی کوششوں کو محدود کر سکیں۔ حکومت کے لیے یہ ایک بڑا چیلنج ہوگا کہ وہ ان ضوابط کو اس طرح نافذ کرے کہ این جی اوز کی مثبت شراکت میں رکاوٹ نہ ہو، جبکہ سخت نگرانی بھی برقرار رہے۔

26ویں آئینی ترمیم کا تعطل: پاکستان کے لیے مضمرات:

ویں آئینی ترمیم، جس کا مقصد پاکستان کے چیف جسٹس کی مدتِ ملازمت کو تین سال تک محدود کرنا اور ایک وفاقی آئینی عدالت کا قیام تھا، کا مقصد عدلیہ اور ایگزیکٹو کے تعلقات کے ڈھانچے میں نمایاں تبدیلیاں لانا تھا۔ اگر یہ ترمیم منظور ہو جاتی، تو اس سے عدالتی تقرریوں پر ایگزیکٹو کا اثر بڑھ جاتا اور ایک ایسا نظام تشکیل پاتا جہاں ججوں کا صوبوں کے درمیان تبادلہ کیا جا سکتا تھا— جس سے عدلیہ کی آزادی اور صوبائی خود مختاری کو خطرہ لاحق ہو جاتا۔

اس ترمیم کے منظور نہ ہونے سے پاکستان کے سیاسی نظام میں موجود وسیع تر مسائل بھی سامنے آتے ہیں، جن میں ایگزیکٹو اور عدلیہ کے درمیان کشیدہ تعلقات اور آئینی تبدیلیوں کے لیے پارلیمانی حمایت حاصل کرنے میں موجودہ حکومت کی ناکامی شامل ہیں۔

اگر یہ ترمیم منظور ہو جاتی، تو اس کے اثرات سے جمہوری چیک اینڈ بیلنس کمزور ہو سکتے تھے، لیکن اس کی ناکامی حکومت کی طاقت کی حدود اور نظام میں موجود مخالف قوتوں کی مضبوطی کو ظاہر کرتی ہے۔

چیف جسٹس کی مدت مقرر کرنے اور وفاقی آئینی عدالت کے قیام کے حوالے سے مجوزہ آئینی ترامیم نے پاکستان میں ایک بڑے سیاسی اور قانونی ہنگامے کو جنم دیا ہے۔ یہاں اہم مسئلہ عدلیہ کی آزادی پر ممکنہ حملے کے تاثر میں ہے۔ ناقدین کا کہنا ہے کہ چیف جسٹس کی مدت کو مقرر کرنے اور ایک متوازی عدالت قائم کرنے سے یہ ترامیم عدلیہ کی خود مختاری کو کمزور کر سکتی ہیں، اور اسے ایگزیکٹو کے ماتحت ایک آلہ کار بنا سکتی ہیں۔

یہ پاکستان کے جمہوری منظرنامے میں ایک اہم پیش رفت ہے، کیونکہ عدلیہ کو اکثر ایگزیکٹو کے تجاوزات کے خلاف آخری حفاظتی دیوار سمجھا جاتا ہے۔ اپوزیشن کی مزاحمت اور وکلاء برادری کا شدید ردِعمل اس بات کی عکاسی کرتا ہے کہ ان تبدیلیوں سے ملک کے اختیارات کے توازن کو مستقل طور پر متاثر کرنے کا خوف موجود ہے، جو جمہوری طرزِ حکمرانی کے لیے ضروری چیک اینڈ بیلنس کو کمزور کر سکتا ہے۔

اس کے علاوہ، ان مجوزہ ترامیم کا وقت اور وسیع تر سیاسی تناظر تشویش کا باعث ہے کہ اس قانون سازی کے پیچھے کیا ارادے ہیں۔ حکومت کی متزلزل قانونی حیثیت اور اس کا اتحادی حمایت پر انحصار "طاقت کے استعمال" کی حکمت عملیوں کے خدشات کو بڑھادیتا ہے، جن کے ذریعے آئینی تبدیلیوں کو جبری طور پر منظور کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ یہ جمہوری اصولوں کے ممکنہ انحطاط کی عکاسی کرتا ہے، جہاں فیصلے جلد بازی میں اور بغیر مناسب عوامی یا پارلیمانی بحث کے کیے جارہے ہیں۔

مزید برآں، ججوں کی صوبوں کے درمیان تبادلے، جس سے صوبائی خود مختاری کو خطرہ لاحق ہے، اور آرٹیکل A-63 سے متعلق ترامیم، جو سیاسی مخالفین جیسے پی ٹی آئی کو نشانہ بنانے کے لیے کی جارہی ہیں، ایک وسیع تر ایجنڈے کی عکاسی کرتی ہیں جس کا مقصد اختلافِ رائے کو دبانا ہے۔ اگر یہ ترامیم منظور ہو جاتی ہیں تو یہ پاکستان کے آئینی اور قانونی ڈھانچے کو از سرِ نو تشکیل دے سکتی ہیں، عدلیہ کی آزادی کو محدود کر سکتی ہیں اور جمہوری چیک اینڈ بیلنس کی قیمت پر ایگزیکٹو کی طاقت کو مضبوط کر سکتی ہیں۔

توانائی کے مسائل

خُفیہ خزانہ۔ دنیا کے چوتھے بڑے ذخائر دریافت:

پاکستان کے ساحل سے دنیا کے چوتھے سب سے بڑے تیل اور گیس کے ذخائر کی حالیہ دریافت ملک کے توانائی کے شعبے اور اقتصادی منظر نامے کے لیے انقلابی پیشرفت ثابت ہوسکتی ہے۔ یہ اہم دریافت، جو ایک دوست ملک کے ساتھ مل کر کیے گئے سخت جغرافیائی سروے کے ذریعے سامنے آئی، پاکستان کے درآمد شدہ توانائی پر انحصار کو کم کرنے اور اس کے بیرونی قرضوں کے بوجھ کو کم کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ اگر ان ذخائر کو مکمل طور پر استعمال کیا جائے تو یہ معیشت کی بہتری میں نمایاں کردار ادا کر سکتے ہیں، توانائی کی خود انحصاری کو فروغ دے سکتے ہیں اور ممکنہ طور پر پاکستان کی مالی صورتحال کو مستحکم کر سکتے

Picture Source: SAMAA

ہیں۔ تاہم، اس دریافت سے پیداوار تک کا سفر چیلنجز سے بھرپور ہے۔ سمندر میں ہونے والی ڈرلنگ سے وابستہ مہنگے اخراجات، جو پاکستان کے موجودہ اقتصادی مسائل کی وجہ سے مزید دوچند ہو جاتے ہیں، ایک بڑی رکاوٹ بن کر سامنے آسکتے ہیں۔ مزید برآں، ان ذخائر کو نکالنے اور پروسیسنگ کے لیے ضروری انفراسٹرکچر تیار کرنے میں لگنے والا وقت، عام طور پر چار سے پانچ سال، کا مطلب یہ ہے کہ اس دریافت کے اقتصادی فوائد فوری نہیں ہوں گے۔ اس دریافت کے گرد موجود محتاط امید نے پاکستان کی توانائی کی حکمت عملی میں ایک وسیع مسئلے کو اجاگر کیا ہے کیونکہ ممکنہ صلاحیت اور حقیقت کے درمیان اکثر فرق ہوتا ہے۔ ماضی میں آف شور ذخائر کی تلاش کی کوششیں مالی حدود اور ناکافی ڈرلنگ صلاحیتوں کی وجہ سے ناکام ہو چکی ہیں۔ حالیہ دریافت پاکستان کے توانائی کے شعبے میں انقلاب لا سکتی ہے، لیکن اس کے ممکنہ اقتصادی فوائد کو حقیقت میں بدلنے کے لیے بڑے پیمانے پر لاجسٹک اور مالی مسائل پر قابو پانا ضروری ہے۔ حکومت کو ڈرلنگ ٹیکنالوجی اور انفراسٹرکچر میں سرمایہ کاری کو ترجیح دینی چاہیے، ریگولیٹری عمل کو ہموار کرنا چاہیے، اور ان وسائل کے استحصال کو روکنے کے لیے شفاف اور پائیدار طریقے سے یقینی بنانا چاہیے۔ صرف احتیاط سے منصوبہ بندی اور عمل درآمد کے ذریعے ہی پاکستان ان ذخائر کو ان کی مکمل اقتصادی صلاحیت کے مطابق استعمال کر سکتا ہے اور طویل مدتی استحکام حاصل کر سکتا ہے۔

زرعی منظر نامہ

کسانوں کی مدد کے لیے قومی مکالمہ کیوں ضروری ہے؟

پاکستان کا زرعی شعبہ موسمیاتی تبدیلیوں کی وجہ سے شدید بحران کا شکار ہے، جس کے لیے فوری قومی مکالمے اور مؤثر حکمت عملیوں کی ضرورت ہے۔ کسان، جو ملک کے غذائی تحفظ کے لیے انتہائی اہم ہیں، معاشی اور ماحولیاتی چیلنجوں کے بوجھ تلے دبے ہوئے ہیں۔ بڑھتی ہوئی پیداواری لاگت، غیر متوقع موسمیاتی حالات، او فصلوں کی کم پیداوار نے بہت سے کسانوں کو دیوالیہ پن کے قریب پہنچا دیا ہے، جس سے ان کی آمدن کو برقرار رکھنے کی صلاحیت بری طرح متاثر ہوئی ہے۔ حکومت کو کسانوں کو براہ راست مالی امداد، سبسڈی والی زرعی اصلاحات، اور بروقت رہنمائی تک بہتر رسائی کو ترجیح دینی چاہیے۔ اس کے علاوہ، طویل مدتی پائیداری کے لیے موسمیاتی مزاحم فصلوں کی اقسام بڑھانے میں سرمایہ کاری بھی ضروری ہے۔ کسانوں پر معاشی دباؤ دیگر مالی مشکلات اور زرعی ویلیو چین میں استحصال کے باعث مزید بڑھ جاتا ہے۔ بین الاقوامی قرض دہندگان کی جانب سے عائد سخت شرائط، جن سے توانائی کے اخراجات میں اضافہ ہوا ہے، اور غیر مستحکم صورتحال کا فائدہ اٹھانے والے موقع پرست، اجناس کی قیمتوں میں کمی اور پیداواری لاگت میں اضافہ کرتے ہیں۔

ان مسائل کو حل کرنے کے لیے بینکوں کو چھوٹے کسانوں کے لیے کم سود پر آسان شرائط کے قرضے فراہم کرنے کا پابند کیا جانا چاہیے، تاکہ انہیں وسیع زرعی شعبے کی مالی ضروریات سے الگ کیا جا سکے۔ اس نقطہ نظر سے نہ صرف فوری مالی دباؤ کم ہوگا بلکہ زرعی شعبے کی آئندہ موسمیاتی اثرات کے خلاف مزاحمت بھی مضبوط ہوگی۔

Picture Source: Brecorder

سماجی اور انسانی حقوق کا جائزہ

تعلیمی نظام کا تضاد:

پاکستان کے تعلیمی بحران سے ریاست کی طرف سے عوام کے لیے تعلیم کو یقینی بنانے اور اس کے حقیقی نتائج کے درمیان ایک گہرا فرق ظاہر ہوا ہے، جو نظام میں موجود بنیادی خامیوں کو بے نقاب کرتا ہے۔ سرکاری تعلیم کا بنیادی ڈھانچہ بوسیدہ ہو چکا ہے، جس کی خصوصیات پرانا نصاب، ناکافی سہولیات، اور ایک ایسا تعلیمی نظام ہے جو طلباء کو 21 ویں صدی کی بنیادی مہارتوں سے آراستہ کرنے میں ناکام ہے۔ یہ ناکامی نہ صرف انفرادی کامیابیوں کو روکتی ہے بلکہ غربت اور محرومی کے دائرے کو بھی برقرار رکھتی ہے۔

اشرافیہ اور عوامی تعلیم کے درمیان فرق بہت واضح ہے۔ اشرافیہ کے اسکول، جو بین الاقوامی نصاب اور بہترین وسائل فراہم کرتے ہیں، اپنے طلباء کے لیے بہترین مواقع کو محفوظ بناتے ہیں، جبکہ عوامی نظام تعلیم کے طالب علم پرانے طریقوں اور خراب سہولیات کا مقابلہ کر رہے ہیں۔

اس عدم مساوات کو ایک ایسی ملازمت کی منڈی مزید پیچیدہ بنا دیتی ہے جو تعلیم کی قدر کم کرتی ہے، جہاں پڑھے لکھے افراد کو کم تنخواہیں ملتی ہیں، جبکہ بدعنوانی اور مجرمانہ سرگرمیوں میں ملوث افراد مالی طور پر ترقی کرتے ہیں۔ اس طرح کا نظام مایوسی کو بڑھانے کا باعث بنتا ہے اور سماجی تقسیم میں اضافہ کرتا ہے جہاں صرف مراعات یافتہ طبقہ ہی معیاری تعلیم اور منافع بخش کیریئر تک رسائی حاصل کر سکتا ہے۔

تعلیمی اصلاحات کی فوری ضرورت واضح ہے۔ اصلاحات کو سطحی تبدیلیوں سے ہٹا کر ٹھوس تبدیلیوں پر مرکوز کرنے کی ضرورت ہے، جو بنیادی ڈھانچے کی کمی، پرانے نصاب، اور تعلیمی نظام کی طبقاتی نوعیت کو حل کریں۔ تعلیم میں سرمایہ کاری صرف تعلیمی نتائج کو بہتر بنانے کے بارے میں نہیں ہے، بلکہ ایک زیادہ منصفانہ معاشرے کو فروغ دینے کے لیے بھی ہے۔ جب تک نظامی تبدیلیاں نہیں کی جائیں گی، عدم مساوات اور مایوسی کا یہ چکر جاری رہے گا، جس سے سماجی نقل و حرکت اور اقتصادی ترقی کے امکانات کو نقصان پہنچے گا۔ ان مسائل کو حل کرنے میں ناکامی مستقبل کی نسلوں سے ان کے خواب اور مواقع چھین جاری رکھے گی، جس سے عدم مساوات اور جمود کا ایک سلسلہ برقرار رہے گا۔

Picture Source: Friday Times

پاکستانی خواتین میں خون کی کمی۔ 41% خواتین شکار:

نیوٹریشن انٹرنیشنل کی حالیہ رپورٹ کے مطابق پاکستان میں خواتین اور بچے میں غذائیت کی کمی کا شکار ہیں۔ ملک کی 41% سے زائد خواتین خون کی کمی (انیمیا) کا شکار ہیں اور خواتین یا تو بہت کم وزن یا بہت زیادہ وزن کے مسائل سے دوچار ہیں جبکہ ملک میں زچگی کی اموات کی بڑھتی ہوئی شرح بھی ناقص غذائی عادات سے منسلک ہے۔

رپورٹ کے مطابق پاکستان کو غذائی قلت کی وجہ سے سالانہ تقریباً 17 بلین ڈالر کا نقصان ہوتا ہے، جبکہ ماں کا دودھ نہ پینے کی وجہ سے بچوں میں صحت کے مسائل پر اضافی 28 بلین ڈالر کے اخراجات ہوتے ہیں۔

جیسا کہ حال ہی میں سامنے آنے والے 'بھوربن اعلامیہ' میں بھی دیکھنے میں آیا کہ یہ تشویشناک اعداد و شمار ماں اور بچے کی غذائیت میں جامع اصلاحات کی فوری ضرورت کو اجاگر کرتے ہیں۔ اس اعلامیے کا مقصد پاکستان کی ماں کی غذائیت کی حکمت عملی 2022-27 کے نفاذ کو تیز کرنا ہے، جس میں ماں کی غذائیت کو صحت کی خدمات میں ضم کرنا اور فنڈنگ اور ردعمل کے طریقہ کار کو بہتر بنانا شامل ہے۔

ایسے وقت جب قوم غذائی قلت اور اس کے معاشی نتائج سے نمٹ رہی ہے، ضروری ہے کہ تمام متعلقہ فریق مل کر کوششیں کریں تاکہ ان مسائل کو جامع انداز میں حل کیا جاسکے، جس سے ماؤں اور بچوں کے لیے صحت کے بہتر نتائج اور دیرپا ترقی کو یقینی بنایا جاسکے۔

Picture Source: Shutterstock

سیکورٹی اور ریاستی عملداری

انسداد دہشتگردی اور سائبر کرائم قانون کے غلط استعمال کے الزامات:

گلگت بلتستان میں عوامی ایکشن کمیٹی نے حال ہی میں ایک احتجاجی مظاہرہ کیا جس میں انسداد دہشت گردی ایکٹ اور سائبر کرائم قوانین کے مبینہ غلط استعمال کی مذمت کی گئی۔ مظاہرین کا دعویٰ تھا کہ ان قوانین کو اختلافی آوازوں کو دبانے اور اظہار رائے کی آزادی محدود کرنے کے لیے ہتھیار کے طور پر استعمال کیا جا رہا ہے۔ ایڈووکیٹ احسان علی اور نجف علی سمیت اہم شخصیات کی قیادت میں ریلی میں سیاسی کارکنوں اور عہدیداروں کے خلاف من گھڑت الزامات لگانے کو اجاگر کیا گیا، مظاہرین مقامی حقوق جیسے زمین کی ملکیت اور بجلی کی فراہمی کے حق میں آواز اٹھا رہے تھے۔

مظاہرین نے گلگت کے مرکزی پریس کلب میں جمع ہو کر حکومت کی جابرانہ پالیسیوں کی مذمت کی اور غیر منصفانہ اقدامات کے خاتمے اور مقامی مسائل جیسے بلدیاتی انتخابات کے نہ ہونے اور زمین اور معدنیات کے استحصال کے دیرینہ مسائل کے حل کا مطالبہ کیا۔ اس احتجاج نے ان پالیسیوں کے خلاف بڑھتے ہوئے عوامی غم و غصے کو نمایاں کیا ہے، جنہیں انصاف اور مقامی خود مختاری کے مطالبات کو دبانے کے طور پر دیکھا جا رہا ہے۔

Picture Source: DAWN

اگست میں دہشت گرد حملوں میں اضافہ ۔ 59 واقعات رپورٹ ہوئے:

اگست 2024 میں پاکستان میں دہشت گرد حملوں میں اضافہ دیکھا گیا، جہاں 59 واقعات رپورٹ ہوئے، جب کہ جولائی میں دہشت گردی کے 38 واقعات پیش آئے تھے۔ ان حملوں کا ہدف خیبر پختونخوا اور بلوچستان رہے جہاں بالترتیب 29 اور 28 واقعات ہوئے۔ دہشت گردی کے ان واقعات کے نتیجے میں ملک بھر میں 84 افراد ہلاک اور 166 زخمی ہوئے۔ بلوچستان خاص طور پر بلوچستان لبریشن آرمی (BLA) کے حملوں سے متاثر ہوا، جس میں 26 اگست کو ہونے والا ایک بڑا حملہ شامل ہے، جس میں نواب اکبر بگٹی کی برسی کے موقع پر سیکورٹی فورسز، غیر بلوچ شہریوں، اور قومی بنیادی ڈھانچے کو نشانہ بنایا گیا۔

خیبر پختونخوا میں متعدد شدت پسند گروپوں، بشمول تحریک طالبان پاکستان اور اسلامی اسٹیٹ خوارسان، نے 29 حملوں کی ذمہ داری قبول کی، جس کے نتیجے میں 25 افراد کی ہلاکتیں ہوئیں اور 80 زخمی ہوئے۔ پنجاب میں دو حملے رپورٹ کیے گئے، جن میں ہلاکتوں کی خبریں سامنے آئیں۔ اس کے جواب میں، سیکورٹی فورسز نے انسداد دہشت گری کی 12 کارروائیاں کیں، جس میں 88 شدت پسندوں کو ہلاک کیا گیا، جبکہ 15 فوجی اور تین پولیس اہلکار ہلاک ہوئے۔

شدت پسند سرگرمیوں میں اضافہ اور استعمال ہونے والی جدید حکمت عملی، جیسے کہ پنجابیوں کو نشانہ بنانا اور گاڑیوں میں دھماکہ خیز مواد استعمال کرنا، بلوچستان لبریشن آرمی کی بڑھتی ہوئی صلاحیتوں کی نشاندہی کرتا ہے۔ رپورٹ میں بلوچ عوام کو ساتھ سیاسی عمل میں شامل کرنے اور قریبی ممالک کے ساتھ مل کر ایک جامع انسداد دہشت گردی حکمت عملی کی ضرورت پر زور دیا گیا ہے تاکہ بڑھتے ہوئے خطرے کا مؤثر طور پر مقابلہ کیا جا سکے۔

اگست میں مہلک صورتحال: بلوچستان میں تشدد میں اضافہ:

اگست 2024 میں پاکستان میں ریاست مخالف تشدد میں شدید اضافہ دیکھا گیا، جس کے نتیجے میں 254 افراد ہلاک ہوئے، یہ سال کا سب سے مہلک مہینہ تھا۔ بلوچستان میں تشدد کی شدت میں سب سے زیادہ اضافہ ہوا، جہاں 277% کا خوفناک اضافہ دیکھا گیا اور ہلاکتوں میں اضافے کی شرح 938% رہی۔ اگست میں صرف بلوچستان میں 125 ہلاکتیں ہوئی۔

پاکستان انسٹی ٹیوٹ فار کنفلکٹ اینڈ سیکورٹی اسٹڈیز (PICSS) کی رپورٹ کے مطابق، شدت پسند حملے ان ہلاکتوں کی بنیادی وجہ تھے، جن میں 175 ہلاکتیں اور 123 زخمی شامل تھے۔ سیکورٹی فورسز کی کارروائیوں کے نتیجے میں 79 ہلاکتیں ہوئیں، جو فروری 2017 کے بعد کسی ایک ماہ میں شدت پسندوں کی سب سے زیادہ ہلاکتیں ہیں۔

اس کے برعکس، خیبر پختونخوا اور سندھ میں بہتری دیکھی گئی، جہاں تشدد کے واقعات اور ہلاکتوں میں کمی آئی۔ خیبر پختونخوا میں واقعات میں 43% کمی اور ہلاکتوں میں 69% کی رپورٹ ہوئی، جبکہ سندھ میں صرف دو واقعات پیش آئے جن میں کوئی ہلاکت نہیں ہوئی۔ بلوچستان کے علاوہ دیگر صوبوں میں نسبتاً بہتر حالات کے باوجود 2024 کے لیے عمومی رجحان یہ ظاہر کرتا ہے کہ شدت پسند حملوں میں 51% کا اضافہ اور پچھلے سال کے مقابلے میں ہلاکتوں میں 21% کا اضافہ ہوا ہے۔

مسئلہ کشمیر: وزارت خارجہ کی طرف سے بھارتی دعووں کی تردید:

پاکستان کا بھارت کے حالیہ بیانات پر ردعمل یہ واضح کرتا ہے کہ مسئلہ کشمیر کو اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل (UNSC) کی قراردادوں اور کشمیری عوام کی خواہشات کے مطابق حل کیا جانا چاہیے۔ ترجمان ممتاز زہرہ بلوچ نے بھارت کے یکطرفہ حل کے دعووں کو گمراہ کن اور زمینی حقائق سے بے خبر قرار دیا۔ انہوں نے اس بات پر زور دیا کہ پاکستان دشمنانہ اقدامات کا مؤثر جواب دیتا رہے گا اور اقوام متحدہ کی قراردادوں کے مطابق حل کے لیے وکالت کرتا رہے گا۔

تاہم، اس ردعمل میں ایک زیادہ نفیس حکمت عملی کی ضرورت محسوس کی جا سکتی ہے۔ اگرچہ اقوام متحدہ کی قراردادوں اور کشمیری عوام کے ناقابل تنسیخ حقوق پر زور دینا اہم ہے، لیکن یہ موجودہ بین الاقوامی مکینزم کی حدود یا ترقی پذیر جغرافیائی حرکیات کو مکمل طور پر حل نہیں کر سکتا۔ "غیر متزلزل عزم" کا نعرہ بات چیت کو فروغ دینے کی بجائے تناؤ کو بڑھانے کا باعث بنتا ہے۔

Picture Source: Brecorder

جدت اور ترقی

اسٹارٹ اپس کا بڑھتا ہوا رجحان:

پاکستان میں اسٹارٹ اپ یعنی نئے کاروباروں کے لیے ماحول، اگرچہ سازگار ہے، مگر اسے نمایاں چیلنجز کا سامنا ہے۔ اگرچہ ملک کی نوجوان، ٹیکنالوجی سے آگاہ آبادی، بڑھتی ہوئی انٹرنیٹ رسائی، اور اُبھرتا ہوا متوسط طبقہ جدت کے لیے سازگار ماحول پیدا کرتے ہیں، تاہم، سرمایہ تک محدود رسائی، ریگولیٹری پیچیدگیاں، اور ابتدائی فنڈنگ کا ماحول اسٹارٹ اپ کی ترقی میں رکاوٹ ہیں۔ وینچر کیپیٹل اور اینجل انویسٹمنٹ ابھی ترقی پذیر ہیں، اور روایتی بینک اسٹارٹ اپ کے لیے قرض دینے میں محتاط ہیں۔

ان مسائل کا حل تلاش کرنے کے لیے حکومت، مالی اداروں، اور نجی شعبے کے تعاون کی ضرورت ہے۔ مخصوص اسٹارٹ اپ فنڈز قائم کرنا، ٹیکس کی مراعات فراہم کرنا، اور ٹیک اسٹارٹ اپ کے لیے خصوصی اقتصادی زون جیسی بنیادی ڈھانچے کی تشکیل ان چیلنجز کو کم کر سکتی ہے۔ ریگولیٹری عمل کو عام فہم بنانا اور کاروبار کی رجسٹریشن کو آسان بنانا ایک معاون ماحول کے فروغ کے لیے ضروری ہے۔ رہنمائی اور تعلیم بھی کاروباری صلاحیتوں کی نشوونما کے لیے اہم ہیں۔ ایسے پروگرام جو تجربہ کار کاروباری افراد کو نئے کاروباری افراد سے ملاتے ہیں اور تعلیمی نصاب میں کاروباری مہارت کو شامل کرتے ہیں، ہنر مند ورک فورس کی تشکیل میں مددگار ثابت ہو سکتے ہیں۔ یکٹر جیسی کامیابی کی کہانیاں، جو تھری ڈی پرنٹنگ ٹیکنالوجی میں ترقی کر رہی ہیں، اور بائیکیا، جو شہری نقل و حمل میں انقلاب لا رہی ہے، پاکستان میں ٹیکنالوجی پر مبنی اسٹارٹ اپ کے روشن امکانات کو ظاہر کرتی ہیں۔

وماحول کو سازگار بنانے کے لیے، مہارت کے عدم توازن اور کاروباری ذہنیت کے بارے میں ثقافتی تصورات کو تبدیل کرنے پر بھی توجہ دینا ضروری ہے۔ اسٹارٹ اپ انکیوبیٹرز اور ایکسیلیریٹرز، جیسے کہ پلان 9 اور این آئی سی کراچی، ابتدائی مرحلے کے منصوبوں کو مدد اور وسائل فراہم کرنے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ مجموعی طور پر، اگر پاکستان سرمایہ کاری، ریگولیٹری اصلاحات، رہنمائی، اور ٹیکنالوجی میں حکمت عملی سے سرمایہ کاری کرتا ہے، تو اس کے پاس عالمی اسٹارٹ اپ میدان میں ایک نمایاں کھلاڑی بننے کی صلاحیت ہے۔ موجودہ چیلنجز پر قابو پا کر اور موجودہ مواقع کا فائدہ اٹھا کر، پاکستان ایک مضبوط اور جدید کاروباری مستقبل کی راہ ہموار کر سکتا ہے۔

Picture Source: The News